

۱۶ دسمبر ----- تاریخ کا سبق

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء پاکستان کے لئے وہ المناک تاریخ ہے کہ جب دو قومی نظریہ کی تکرار اور اسلام کے نام پر حاصل کی گئی مملکت پاکستان اپنے قیام کی محض ۲۴ برس بعد ہی دولت ہو گئی۔

آج اس سانحہ کو ۳۳ برس کا عرصہ گزر چکا ہے اور پاکستان میں جو لوگ آج بھی اسے یاد کرتے ہیں وہ اُسے ”یوم سیاہ“ کے طور پر مناتے ہیں اور اس پر ماتم کرتے ہیں تو دوسری طرف بنگالی قوم اسی ۱۶ دسمبر کی تاریخ کو اپنی آزاد ریاست کے قیام کی خوشی کے طور پر مناتی ہے اور یہ تاریخ ان کے لئے ”یوم فتح“ اور یوم آزادی کے جشن کی نوید ساتھ لاتی ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر جیت کس کی ہوئی اور ہار کس کا مقدر رہی، کیا ہارنے والوں نے ٹھکے دل سے اپنی شکست تسلیم کر کے اپنا سہہ کیا اور مستقبل میں ایسی بھیانک اور تباہ کن غلطیاں نہ کرنے کا عہد کیا یا نہیں؟ آئیے اب ذرا تاریخ پر نظر ڈالیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کا سانحہ کیوں کر رونما ہوا اور اس سب کے پیچھے کون سے عوامل اور محرکات کار فرما تھے۔

تحریک پاکستان میں جن صوبوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں بنگال سر فہرست تھا۔ یہاں بسنے والے لوگوں نے پاکستان کے قیام کے لئے جانی مالی قربانیاں پیش کیں اور پاکستان کے خواب کو ممکن بنانے کے لئے اپنا سب کچھ بازی پر لگا دیا، یوں قیام پاکستان میں اپنا کلیدی کردار ادا کیا۔

مسلم لیگ میں جاگیر داروں کی اکثریت اور ان کے اثر و رسوخ نے قیام پاکستان کے فوری بعد یہاں جاگیر دارانہ نظام کو نہ صرف بڑھا دیا بلکہ آگے چل کے لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ملٹری و سول بیورو کریسی نے جاگیر داروں کے گٹھ جوڑے سے ملکی سیاست پر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا اور یوں پاکستان کی تباہی و بربادی کی بنیادیں پڑنا شروع ہو گئیں۔

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کا سانحہ یکدم رونما نہیں ہوا بلکہ اس کے پیچھے برسوں کی معاشی، سماجی، تعلیمی نا انصافیوں اور محرومیوں کا عمل دخل تھا جس نے گزرتے وقت کے ساتھ بنگالی قوم کے اس احساس کی شدت میں مزید اضافہ کیا کہ آخر یہ زیادتیاں ان کے حصہ میں ہی کیوں آ رہی ہیں اور تھنہ کا شکار وہ ہی کیوں، آخر کیوں؟

سابقہ مشرقی پاکستان جو ٹیکس کی مد میں بڑا حصہ متحدہ پاکستان کے خزانے میں جمع کراتا تھا اور ملک کی ترقی میں اپنا اہم کردار ادا کرتا تھا لیکن شروع دن سے ہی اس کے ساتھ سوتیلی اولاد جیسا سلوک روا رکھا گیا۔ تمام تر صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری کا رخ مغربی پاکستان کی جانب موڑ دیا گیا جب کہ سرکاری ملازمتوں سے لے کر فوج کے اہم ادارے تک کو بنگالیوں کے لئے نشجور ممنوع بنادیا گیا۔

مشرقی و مغربی پاکستان کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج اور اسی تناؤ کے ماحول میں ۱۹۷۱ء کے عوامی انتخابات کا اعلان کر دیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمن کی قیادت میں عوامی لیگ نے سابقہ مشرقی پاکستان میں ۱۰۰ فیصد اکثریت حاصل کی اور قانوناً پاکستان میں مرکزی سطح پر حکومت بنانے کے حقدار ٹھہرے۔ لیکن پاکستان کی Establishment، فوج اور مغربی حصہ کے سیاست دانوں کو یہ کسی صورت قبول نہ تھا کہ آج تک محکوم رکھی جانے والی بنگالی قوم کا کوئی نمائندہ پاکستان پر حق حکومت (Right to govern) حاصل کر سکے، چنانچے یحییٰ خان، ذوالفقار علی بھٹو اور Establishment کے گٹھ جوڑ

نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ اقتدار کسی صورت مجیب الرحمن کے حوالے نہ کیا جائے۔

طاقت کے نشے میں بدست یحییٰ خان اور ان جیسے دیگر جرنیلوں نے ساہو مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کے احکامات جاری کر دیے اور ہنگالیوں کو جس طریقہ سے تہ تیغ کیا گیا ، لاکھوں ہنگالی خواتین کی جس انداز میں بے حرمتی کی گئی وہ ایک شرمناک حقیقت ہے۔ پاکستانی فوج کے ان کارناموں نے ہٹلر اور چنگیز خان جیسے ظالموں کی روحوں کو بھی یقیناً شرمندہ کر دیا ہوگا۔

سیاسی مفاہمت کی ضرورت کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے مغربی پاکستان کے حکمرانوں نے فوج کشی کا جو راستہ اختیار کیا اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بالآخر ہنگالی قوم نے اس ظلم و ستم سے ہمیشہ کے لئے نجات کو ہی اپنے دیرینہ مسائل کا حل جانا۔

ظلم کا حد سے بڑھنا ، ممکنہ باہنسی کا قیام اور ہنگالی قوم میں آزاد ریاست کی شدید خواہش نے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کے عظیم سانحہ کو جنم دیا کہ جب پاکستان دولت مند ہو گیا اور بنگلہ دیش کی صورت میں ایک آزاد ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

پاکستان کی فوج ، Establishment اور ملٹری و سول بیورو کریسی نے اس سانحہ سے کتنا سبق حاصل کیا اور کیا آج پاکستان کی داخلی و خارجی پالیسیاں ماضی کی اس بھیاک غلطی کو سامنے رکھ کر بنائی جا رہی ہیں یا صورت حال میں سرے سے کوئی تبدیلی رونما ہوئی ہی نہیں ماسوائے ماہ و سال کے جو اپنا سڑک کر رہے ہیں۔

آج پاکستان پر بھی پنجابی Establishment اور فوج میں اردو بولنے والوں کی تعداد اگلے میں نمک کے برابر ہے۔

ایم کیو ایم جو کل تک سندھ کے شہری علاقوں کی نمائندہ جماعت تھی اور آج ہر گزرتے دن کے ساتھ سندھ کے دیہی علاقوں میں اس کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے اس کے ووٹ بینک کو شروع دن ہی سے قبول نہیں کیا گیا۔

۱۹ جون ۱۹۹۲ء کو سندھ کے شہری علاقوں پر فوج کشی کا بھیاک عمل کیا گیا ، ایم کیو ایم کے ہزاروں کارکنوں و ہمدردوں کو شہید کر دیا گیا۔۔۔۔۔ خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ایک سازش کے تحت خون کی ہولی کھیلی گئی۔

بلوچستان میں جس انداز میں بلوچوں پر بمباری کی گئی ، تمام تر قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود بلوچ آج بھی پسماندگی کا شکار ہیں اور اب وہاں بلوچوں کے حقوق کے نام پر ” بلوچستان لبریشن آرمی “ جیسی تنظیموں کا وجود اور ان کی کاروائیاں بہت کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

یہ سب کچھ وہی نہیں ہے جو کل تک ساہو مشرقی پاکستان کے ساتھ ہو رہا تھا؟

کیا پاکستان کے مقتدر اداروں اور ارباب اختیار کو ملک کے بچوتے حالات اور ساہو مشرقی پاکستان کے واقعات میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی؟

اگر جواب نہیں ہے اور اقتدار کے ایوانوں میں ” سب کچھ ٹھیک ہے “ کی گردان ہے تو پھر افسوس صد افسوس جو قومیں اور حکمران اپنے ماضی کی بھیاک غلطیوں سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے تو پھر ان کا بھی اللہ ہی حافظ ہے اور اس بد قسمت ملک کا بھی۔

اعجاز صدیقی

- ایم کیو ایم امریکہ -